باب اوّل

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدّ اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام -مکہ کی آبادکاری اور یثرب کی تاریخ

باب اوّل

ابراہیم علیہ السلام - مکہ کی آبادکاری اور یثرب کی تاریخ

محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی داستان پورے طور ہر گز نہیں سمجھی جاسکتی جب تک کہ ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے وہ چند واقعات نہ جان لیے جائیں جن کا تعلق آپؐ کی مبارک زندگی سے ہے۔ بات صرف اتنی ہی نہیں بلکہ یہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ جن لوگوں کے درمیان آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے اور جن لوگوں سے آپ نے ساری زندگی تعاون حاصل کیا اور جن کے ساتھ کش مکش اور عداوت کا تعلق رہا ان میں سے بیش تر لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پیروکاروں [یا پیروی کے دعوے داروں] ہی میں سے تھے۔

نبی ﷺ کی سیرت پر گفتگو سے قبل ابراہیم علیہ السلام کا ذکر: آپ ﷺ کے ذکر کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کچھ اس طرح لازم وملزوم ہے کہ آپؐ پر نماز میں درود بھیجنے کا جو طریقہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعے ہمیں سکھایا اُس میں ہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں اِس طرح درخواست کرتے ہیں کہ اے اللہ آپؐ پر اور آپؐ کے ماننے والوں (آلِ محمد ﷺ) پر درود، سلامتی اور برکت اُسی طرح اور اُتنی ہی ہو جس طرح اور جتنی ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والوں (آلِ ابراہیم، متبعین، Followers) پر آپ نے فرمائی۔ اس دعا کو درودِ ابراہیمی کہا جاتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ کو جاننے والا جانتا ہے کہ سلامتی اور برکت کیا چیز ہوتی ہے، جب تک ہم ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے متبعین کی تاریخ نہیں جانیں گے تو نبی ﷺ کی زندگی تو کجا ہر نماز میں پڑھا جانے والا درود بھی ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ اِبراھیم وعلیٰ آل اِبراھیم اِنك حمید مجید اللھم بارك علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ اِبراھیم وعلیٰ آل اِبراھیم انك حمید مجید۔

مقامِ پیدائش: معروف روایات کے مطابق ابراہیم علیہ السلام عراق میں 'اُر' کے مقام پر ایک غار میں پیدا ہوئے، تاہم بعض مورخین کے مطابق آپ جنوب مشرقی ترکی (South Eastern

(Turkey) میں سان لی عورفہ [faruuıl'anʃ urfaıanlŞ] میں پیدا ہوئے[۳]۔ اُس خاندانی مقام و مرتبے کے باوجود جو اُنھیں ستارہ پرست اور بت پرست معاشرے میں حاصل تھا آپ نے

مسجدِ ابراہیم [بہ مقام سان لی عورفہ، ترکی]

آبائی مذہب کو اختیار نہ کیا، اپنے خالق و مالک کو پہچانا اور سارے جھوٹے معبودوں کی بندگی اور پرستش و پوجا سے انکار کرکے ایک الٰہ واحد کی بندگی اختیار کرلی، اس جرم میں آپ آگ میں ڈالے گئے، جو اللہ کے حکم سے ابراہیمؑ کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی کی جگہ بن گئی۔ بعض روایات کے مطابق[۴] آگ پانی میں اور کوئلے مچھلیوں میں تبدیل ہو گئے! آج تک مسجد ابراہیم سے متصل تالاب میں یہ پانی اور مچھلیاں ٹورسٹ حضرات کی مرکزِ نگاہ ہوتی ہیں۔ آگ سے نجات پاجانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابرہیم علیہ السلام نے یہاں سے ہجرت کا فیصلہ کیا اور یہاں سے اپنی بیوی سارہ اور بھتیجے لوط علیہ السلام کو ساتھ لے کر کنعان[۵] کی جانب آئے اور یہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا[۶]۔ خشک سالی یا قحط کے زمانے

---

۳ اس علاقے میں ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش کا صحیح مقام اللہ ہی بہتر جانتا ہے مسلم مورخین کی اکثریت کا خیال ہے کہ میسوپوٹامیا میں عراقی علاقے 'اُر' کے مقام پر آپ پیدا ہوئے، دیگر محقق مورخین کا خیال ہے کہ اسی علاقے میں آپ ترکی میں سان لی عورفہ کے مقام پر پیدا ہوئے، میں دوسری رائے کو زیادہ قوی محسوس کرتا ہوں، واللہ اعلم۔

۴ اس روایت کی صحت کا مجھے ہرگز یقین نہیں ہے یہاں اس کا تذکرہ صرف اور صرف قارئین کی معلومات کی خاطر کیا گیا ہے۔ اس طرح کی کہانیاں لوگ پیسے کمانے کے لیے گھڑتے اور پھیلاتے ہیں۔ ہمیں جو بات قرآن بتلاتا ہے وہ کافی ہے کہ آگ کو پیدا کرنے والے نے، یعنی اللہ نے آگ کو حکم دیا کہ اے آگ ابراہیم کے لیے سرد اور سلامتی والی ہو جا۔

۵ فلسطین، Modern day Lebanon, Israel, the western part of Jordan and south-western Syria

۶ ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش بلاد الرافدین (میسوپوٹامیا Mesopotamia) میں کسی جگہ ہوئی، بلاد الرافدین یا میسوپوٹامیا دنیا کا قدیم ترین تہذیبی ارتقا کا گہوارہ ہے۔ یہ علاقہ دریائے فرات اور دریائے دجلہ

ابراہیم علیہ السلام کے اسفار [اپنے آبائی مقام سان لی عورفہ سے ہاران ہوتے ہوئے فلسطین، وہاں سے مصر پھر واپس فلسطین اور فلسطین سے مکۃ المکرمہ]

میں اللہ کے حکم پر یہاں سے مصر کی جانب روانہ ہوئے کہ یہاں کا بادشاہ آپ کے وطن کا باشندہ تھا، آپ نے سوچا کہ شاید توحید کی بات سمجھ جائے گا۔ بادشاہ کی بابت روایات ہیں کہ وہ پہلے آپ کے گھر کی عزت کے معاملے میں بدنیت ہوا، مگر جلد ہی اُسے احساس ہو گیا کہ وہ ایک برگزیدہ ہستی ہیں تو اس نے آپ کی تواضع کی اور فلسطین کو آپ کی واپسی پر اپنی بیٹی ہاجرہ کو آپ کے ہم راہ کر دیا۔ ابراہیم عَلَیۡہِ السَّلَام نے ہاجرہ سے نکاح کیا اور ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑھاپے میں اسمٰعیل عَلَیۡہِ السَّلَام عطا کیے، یہ

(ٹگرِس) کے درمیان اور نواح کا علاقہ ہے اس میں ترکی، شام عراق کے مختلف علاقے شامل ہیں، جن میں مشہور شہر دیارِ بکر (اناطولیہ)، موصل، کربلا اور بغداد آتے ہیں۔ یہ دونوں دریا، ترکی سے نکلتے ہیں اور شام سے ہوتے ہوئے عراق میں آکر اُس خلیجِ فارس میں گرتے ہیں، جو سعودیہ اور ایران کے درمیان حائل ہے۔

آپ کے پہلے اور بڑے بیٹے ہیں۔ ازدواجی زندگی کے آغاز کے کافی عرصے بعد گھر میں نیا پھول کھلا، مگر ابھی اسمٰعیل علیہ السلام شیر خوار بچے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنی بیوی اور بیٹے کو مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آؤ، یہ روایت بالکل ناقابل اعتنا ہے کہ بی بی سارہ نے جو عرصے سے بے اولاد تھیں، جلن کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کو اصرار کر کے مجبور کیا کہ بیٹے والی سوکن کو جلاوطن کر دیں۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی مکہ میں آباد کاری: حکم الٰہی کے مطابق ان دونوں (ہاجرہؑ اور اسمٰعیل علیہ السلام) کو آپ نے لے جا کر کوہِ صفا کے قریب چھوڑ دیا اور واپس آ گئے۔ یہاں بی بی ہاجرہ پانی کی تلاش میں دوڑتیں اور بچے کی آواز پر مروہ کے قریب سے واپس آ جاتیں۔ اس طرح تلاش و بے قراری میں آپ نے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے۔ اس اثنا میں روتے ہوئے بچے کے ایڑیاں رگڑنے کی جگہ سے اللہ نے اپنی قدرت سے زم زم کا چشمہ جاری کر دیا [جو آج تک جاری ہے]۔ ابراہیم علیہ السلام فلسطین واپس آ گئے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلی بیوی سارہ کے بطن سے اسحٰق علیہ السلام عطا کیے جن کو بڑے ہونے پر آپ نے ملک شام میں آباد کیا۔ اِن کے بیٹے یعقوب علیہ السلام تھے جن کا لقب اسرائیلؑ بھی ہے اور ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام ہیں (ابراہیم علیہ السلام کے پوتے) جو کنویں میں ڈالے گئے اور مصر میں تختِ شاہی تک پہنچ گئے۔ مصر میں بنی اسرائیل کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت دی، اتنی کہ پانچ سو برس بعد جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تو محتاط ترین اندازوں کے مطابق اُن کی تعداد ۲ ملین (بیس لاکھ) سے بہر طور زیادہ تھی اور بعض اندازوں کے مطابق ۳ ملین (تیس لاکھ)۔ اللہ کی نافرمانی کی پاداش میں سینا میں چالیس برس صحرا نوردی کے بعد، جب یہ لاکھوں بنی اسرائیلی مر کھپ گئے اور صحرا کی آزاد فضاؤں میں پروردہ نسل تیار ہو گئی تو پھر یہ فلسطین پر قابض ہو گئی، جسے ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعوتِ توحید کا مرکز بنایا تھا۔ یہ نسل عراق، شام اور ترکی کی جانب بھی پھیل گئی۔

جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی ہاجرہ اور شیر خوار بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو شہر مکہ میں چھوڑ کر واپس فلسطین آ گئے تھے، اُن کی خبر گیری کے لیے آپ نے اپنی زندگی میں برسوں کے وقفے

سے مکہ کے تین مزید چکر لگائے۔ ابراہیم علیہ السلام کے اسفار کی تفصیلات[7] نقشہ پر دیکھیے۔
آپ کو اپنے بڑے بیٹے سے فطری طور پر بہت اُنسیت تھی اور غالباً یہ اس لیے بھی ہو گئی ہو گی کہ معصوم کو ویران وادی میں اللہ کے حکم سے چھوڑ کر آ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا مزید امتحان لینا چاہا اور خواب[8] میں آپ کو ہدایت دی کہ اپنے بیٹے کو اللہ کے لیے قربان کر دیں، اور آپ اس کام کے لیے آمادہ ہو گئے۔ یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی نفی کے لیے اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیا اور پوری تاریخ کو مسخ کر دیا[9]، اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح قرار دینے کے بعد قربانی کی جگہ بھی مکہ کے بجائے بیت المقدس کو قرار دیا کہ اس کے بغیر کہانی غیر منطقی ہو جاتی۔ مولانا فراہیؒ اور امین احسن اصلاحیؒ نے اس پر معقول نقد کیا ہے۔

اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی اور تعمیرِ کعبہ: جب اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر ۱۳ برس (یا دس برس سے زیادہ) ہو گئی تو ابراہیم علیہ السلام اُن کو اللہ کے حضور اُس کے اشارے پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے، اللہ رب العالمین نے آپ کو آزما لیا اور آزمائش میں پورا اُترنے پر بیٹے کی قربانی کے بجائے آپ سے ایک مینڈھے کی قربانی قبول کر لی۔ اس موقع پر دونوں باپ اور بیٹے کو حکم ملا کہ اللہ کا گھر تعمیر کریں، جس کی تعمیل میں دونوں کعبۃ اللہ کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ دونوں یہ مستطیل[10] نما عمارت تعمیر کر رہے تھے اور وہ مناجات کرتے جاتے تھے، جو سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْم میں اِس طرح منقول ہیں:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا

---

۷ اپنے آبائی مقام سان لی عورفہ سے ہاران ہوتے ہوئے فلسطین، وہاں سے مصر، پھر واپس فلسطین اور فلسطین سے مکہ۔ اس میں اور تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۰۸ کے سامنے دیے ہوئے نقشے میں جو فرق ہے وہ آپ کے آبائی مقامِ پیدائش کے تعین میں فرق کی بنیاد پر ہے۔
۸ نبیوں کے خواب اللہ کی جانب سے وحی / الہام ہوتے ہیں
۹ کتاب پیدائش باب ۲۲
۱۰ ابتدا میں جب ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کو تعمیر کیا تو یہ مستطیل ہی تھا، تاہم جب قریش نے اس کو دوبارہ تعمیر کیا تو حلال وسائل کی کم یابی کی وجہ سے کم لمبائی ہی کا ایک مکعب نما کمرہ بن پایا۔ اصل بنیادوں کی باقی لمبائی پر اب [بغیر دروازوں اور چھت والی ذرا سی اونچائی کی] حطیم ہے جس میں جانا آسان ہے اور ہر ایک کو اجازت ہے، اگر یہ جگہ بھی کعبہ کے کمرے کے اندر داخل ہو جاتی تو سوائے حکمرانوں اور مقتدر لوگوں کے کعبے کے اندر کوئی نہ جا پاتا۔ اللہ کا ہر کام حکمت سے معمور ہے۔

مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۶ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ
غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ
مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝۳۷ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي
الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۝۳۸ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ
الدُّعَاۗءِ ۝۳۹ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝۴۱ (۳۵-۔۴۱)

ترجمہ: یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی تھی کہ "پروردگار، اِس شہر کو امن کا شہر بنا اور مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی سے بچا۔ پروردگار، اِن بُتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈالا ہے (ممکن ہے کہ میری اولاد کو بھی یہ گم راہ کر دیں، لٰہذا اُن میں سے) جو میرے طریقے پر چلے وہ میرا ہے اور جو میرے خلاف طریقہ اختیار کرے تو یقیناً تُو درگزر کرنے والا مہربان ہے۔ پروردگار، میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار، یہ میں نے اِس لیے کیا ہے کہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لٰہذا تُو لوگوں کے دِلوں کو اِن کا مشتاق بنا اور اُنھیں کھانے کو پھل دے، شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔ پروردگار، تُو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں اور واقعی اللہ سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے، نہ زمین میں نہ آسمانوں میں " شکر ہے اُس اللہ کا جس نے مجھے اِس بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحاق جیسے بیٹے دیے، حقیقت یہ کہ میرا رب ضرور دُعا سُنتا ہے۔ اے میرے پروردگار، مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی [ایسے لوگ اُٹھا جو یہ کام کریں]۔ پروردگار، میری دُعا قبول کر۔ پروردگار، مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اُس دن معاف کر دیجیو، جب کہ حساب قائم ہوگا!

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ۭ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۲۷ رَبَّنَا
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ ۝۱۲۸ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۲۹ (البقرۃ ۲: ۱۲۷-۱۲۹)

ترجمہ: اور یاد کرو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام جب اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے، تو دعا کرتے جاتے تھے، "اے ہمارے رب، ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے، تُو سب کی سننے اور سب کچھ

جاننے والا ہے۔اے رب، ہم دونوں کو اپنا مسلم [مطیع فرمان] بنا، ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا، جو تیری مسلم ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا، اور ہماری کوتاہیوں سے در گزر فرما، تو بڑا معاف کرنے والااور رحم فرمانے والا ہے۔اور اے رب، ان لوگوں میں خود انھیں کی قوم سے ایک ایسا رسول اُٹھائیو، جو انھیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔ تُو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔

رَبَّنَا، رَبَّنَا کی پیہم تکرار کے ساتھ للک للک کر اِن دونوں بزرگوں نے جو دعا مانگی وہ پوری ہوئی، مگر کب؟ ڈھائی ہزار برس بعد!!! جب نبی ﷺ بنی اسمٰعیل کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے۔اس پورے عرصے میں دو ہزار برس تک یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تک سارے نبی اور رسول بنی اسرائیل (اولادِ اسحٰق علیہ السلام) میں آتے رہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے ۵۷۰ برس بعد آپؐ پیدا ہوئے، یوں دعا پوری ہو گئی!!!۔

اسمٰعیل علیہ السلام مکہ ہی میں آباد ہوئے اور پورے حجاز میں آپ کی اولاد پھیل گئی۔ حجاز کے تین جانب سمندر اور خلیج فارس کو چھوڑ کر جس کی دوسری جانب ایران تھا باقی اطراف [عراق، اردن، شام اور بحرِ احمر سے متصل افریقی پٹی جس میں مصر، سوڈان، اریٹریا، ایتھوپیا (حبشہ)] میں بنی اسرائیل آباد تھے جن میں ایک معتدبہ تعداد نصاریٰ (عیسائیوں) کی تھی۔ حجاز میں بنی اسمٰعیل خوب پھلے پھولے خاندانوں سے خاندان اور قبیلوں سے قبیلے وجود میں آتے رہے، آپس میں دوستی اور مودت بھی رہی اور جنگ و جدل بھی۔مکہ کی وادی سے نکل کر حجاز کے دور دراز علاقوں میں پہنچ گئے۔

یہودیت اور عیسائیت کا آغاز اور پھیلاؤ: ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بیٹوں اور اُن کی نسلوں کی افزائش میں برکت پر ایک اجمالی گفتگو کے بعد ہم اس مقام سے محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر گفتگو کا آغاز کر سکتے ہیں لیکن مفید اور ضروری بھی ہو گا کہ کچھ بات یہودیت اور عیسائیت کے آغاز اور پھیلاؤ کے بارے میں، کچھ باتیں آپؐ کی آمد سے قبل مکہ اور اُس قرب وجوار کے حالات کے بارے میں اور کچھ باتیں مدینہ کے بارے میں ہو جائیں کہ اِن کی معرفت سے آپؐ کی تحریک (movement) کو سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔

ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے تقریباً ۵۰۰ برس بعد موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔وہ بنی اسرائیلی جو

آپ کے ساتھ مصر سے نکلے تھے وہ تو اپنی غلامانہ ذہنیت کے باعث بزدلی کا مظاہرہ کرتے رہے اور فلسطین کی طرف پیش قدمی نہ کر سکے، جب یہ تمام کے تمام، کم و بیش پچیس لاکھ وگ، چالیس برسوں میں مر کھپ گئے اور اس دوران ایک نئی نسل اُٹھی جس نے موسیٰ علیہ السلام سے تربیت حاصل کی تھی اور غلامی کے دن نہ دیکھے تھے۔ اس نئی نسل نے فلسطین پر چڑھائی کی اور یوں اسلام نے دوبارہ اپنے سفر کا آغاز کیا، کچھ عرصے معاملات ٹھیک رہے لیکن یہ بھی شرک و بدعات اور فضول رسومات اور فروعی معاملات میں استخوان گیری کا شکار ہو گئے۔ ان کے درمیان پیہم انبیاء آتے رہے مگر یہ اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہوتے اور انبیاء کو قتل کرنا، حتّٰی کہ جبریل علیہ السلام سے دشمنی کی ٹھان لی کہ ان کے وحی لے کر آنے سے ہمیں انبیاء کی مخالفت کر کے گناہ گار ہونا پڑتا ہے۔ قرآن یہود پر پوری چارج شیٹ پیش کرتا اور ان کی بد اعمالیوں کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ جو اِن شاء اللہ پہلی ہجری کے واقعات اور تنزیلِ کتاب کے ضمن میں زیرِ بحث آئیں گے۔ بنی اسرائیل کی بڑی تعداد بظاہر زبانی کلامی آپ کی ہم نوا ہو گئی مگر اِن کی مثال بالکل آج کل کے مسلمانوں جیسی تھی کہ جن کے اعمال بالکل ایسے نہ تھے جو اللہ والوں کے ہونے چاہیے ہیں۔

اس دوران (۴۰۰ برس قبل مسیح) روما کی عظیم الشّان حکومت (Roman Empire) کا پھیلاؤ اور استحکام ہوا جو اٹلی سے نکل کر ایک طرف ایشیا میں ترکی، شام، عراق اور اردن میں نفوذ کرنے، دوسری طرف یورپ میں فرانس اور انگلستان تک اور تیسری جانب نیچے افریقہ میں ساحل کے ساتھ ساتھ موجودہ مصر، سوڈان، اریٹیریا، ایتھوپیا (حبش، ابی سینیا) سے ایک پٹی کاٹتی ہوئی خلیج سویز کے آغاز، بحرِ احمر (Sea-Red) تک آ گئی۔ یہود کے معاملات کی اصلاح کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ڈیڑھ ہزار برس تک پیہم انبیا آتے رہے اور پھر بنی اسرائیل میں آنے والے آخری نبی عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے، جن کو یہود نے ایذائیں پہنچائیں اور اُن کی بات مان کر نہ دی اور اُن کو صلیب چڑھانا چاہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو صلیب [11] سے بچا لیا۔

---

11 اُس وقت رائج تہذیب کے مطابق کسی کو صلیب کے ذریعے سزائے موت دینا صرف موت کی سزا نہیں بلکہ انتہائی ذلت کا اظہار بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو زندہ رفعِ جسمانی کے ذریعے سزائے موت سے بھی بچا لیا اور یہود کے اس ناپاک ارادے کو بھی خاک میں ملا دیا کہ وہ اُس کے بندے اور رسول کو رُسوا کر سکیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کے بعد توحید (اسلام) نے فروغ پایا اور اس کے ماننے والوں نے غیر مسلموں کے ہاتھوں شدید اذیتیں اٹھائیں زندہ جلائے گئے، بھوکے شیروں کے آگے ڈالے گئے اور ہر طرح کے اُس عذاب سے دوچار ہوئے جس سے وہ دوچار کیے جا سکتے تھے مگر اہلِ ایمان نے بے مثال ثابت قدمی دکھائی۔ آخر کار رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام پھیلنا شروع ہوا لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو گئے اور رومن ایمپائر جو ایک وقت اُس کی سب سے بڑی مخالف اور دشمن تھی اُس کا سرکاری مذہب اسلام (جسے وہ غلطی سے عیسائیت کہنے لگے تھے) قرار پایا، یوں وہ اپنے وقت کی اسلامی حکومت تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے آغاز کے وقت توحید کی علم بردار سلطنتِ روما اور آتش پرست ایرانی برسرِ پیکار تھے اور فطری طور پر مسلمانوں کی ہم دردیاں رومن امپائر کے ساتھ جب کہ مشرکینِ مکہ کی ہم دردیاں ایران کے ساتھ تھیں، یہ اللہ تعالیٰ کا انتظام تھا کہ جب بدر میں مسلمانوں نے کفار کو مغلوب کیا اسی اثنا میں روم نے بھی ایران کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ یہ عیسائی نجاشی ہی تھا، جس نے توحید کے ناطے مسلمانوں کو پناہ دی، جب کہ اہلِ مکہ نے تو خون کے رشتوں کا بھی لحاظ نہ کیا تھا!

تاریخ مدینہ: مدینہ، مکہ سے ۳۳۰ کلو میٹر کے فاصلے پر حجاز کا ایک شہر ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آبائی شہر مکہ سے ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ اس کا اسلام سے قبل پرانا نام یثرب تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد پر وہ "مدینۃ النبی" یعنی نبی کا شہر کہلایا جانے لگا۔ یہاں دوسری صدی عیسوی میں یہود آ کر آباد ہوئے تھے، یہ زمانہ قریبی علاقے فلسطین اور سینا میں یہود کے عروج کا دور تھا۔ کچھ عرصہ بعد یمن سے سیلِ عرم (عظیم سیلاب) کے بعد منتشر ہونے والے عرب قبائل (بنو اسمٰعیل) میں سے دو قحطانی بھائی اوس اور خزرج بھی یہاں آ کر آباد ہوئے اور ان کی اولاد پھلنے پھولنے لگی مگر یہود کے زیرِ نگیں، تاہم پانچویں صدی میں عرب اتنے طاقت ور ہو گئے کہ انھوں نے یہود پر غلبہ پا لیا اور یہود اُن کے زیرِ تسلط ہو گئے۔ شبلی نعمانی نے عربوں کے اس غلبے کی تفصیل لکھی ہے۔ نعیم صدیقیؒ نے 'وفا الوفا' کے حوالے سے اپنی کتاب 'محسنِ انسانیت' میں بھی اس کو نقل کیا ہے کہ: "یہود کے اندر فطیون نامی ایک عیاش رئیس نے جبر و قوت سے اپنا یہ حکم نافذ کر دیا کہ اُس کی حدود میں جو دلہن بھی بیاہی جائے وہ اس کے شبستانِ عیش سے گزر کر ازدواجی زندگی کے دائرے میں داخل ہو، یہود کے

بگاڑ کا اس سے اندازہ کیجیے کہ انھوں نے فطیون کے اس حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ آخر ایک دن اس شیطانی حکم نے عربوں کی غیرت کو چیلنج کر دیا۔ مالک بن عجلان کی بہن کی شادی ہو رہی تھی کہ عین بارات کے دن وہ بھائی کے سامنے سے پورے اندازِ بے حجابی کے ساتھ گزری۔ مالک نے ملامت کی تو اس نے کہا کہ کل جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ اس سے زیادہ شدید ہے چناں چہ مالک نے فطیون کو جا کر قتل کر دیا اور شام کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں غسانی حکم ران ابو جبلہ کا سکہ چل رہا تھا۔ اسے یہ حالات جب معلوم ہوئے تو اس نے حملہ کیا اور بڑے بڑے یہودیوں کو قتل کیا اور اوس اور خزرج کو خلعت و انعامات سے نوازا۔ ان واقعات نے یہود کا زور توڑ دیا اور عربوں کی طاقت بڑھا دی۔

باوجود بنو اسماعیلی قحطانیوں کے غلبے کے، یہ لوگ یہود کی علمی موشگافیوں سے بہت مرعوب تھے اور اُن کی زبانی اکثر ایک نبی موعود کے آنے کی خبر سنتے اور ساتھ ہی یہ بھی سنتے تھے کہ وہ جلد آنے والا ہے، اُس کے آنے کی نشانیاں پوری ہو چکی ہیں اور اُن کے اس ارمان سے بھی کہ اُس کے آنے کے بعد اُس کی تائید سے اُس کی قیادت میں یہود اپنے تمام مخالفین بشمول عربوں کو زیر کر لیں گے۔ اہلِ مدینہ کو یہود کی اِن باتوں نے ایک نئے نبی کی آمد پر اُس کے استقبال کے لیے ذہنی طور پر تیار کر لیا تھا اور عربوں کے یہ دونوں قبائل، اوس و خزرج اس تاک میں تھے کہ اُس آنے والے نبی موعود پر ایمان لانے اور اُس کی نصرت کرنے میں پہل کر کے وہ نہ صرف اپنے دوسرے ہم عصر قبیلے پر فوقیت حاصل کر لیں گے بلکہ یہود کو بھی پیچھے چھوڑ دیں گے۔

عرب کے دونوں قبیلے اوس اور خزرج باہم جنگ و جدل میں رہتے تھے اور یہود ان کے باہمی تنازعے سے فایدہ اٹھاتے تھے۔ ساتویں صدی میں یہود کے تین مشہور قبیلے بنو قینقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر مدینے میں آباد تھے۔ ساتویں صدی کے آغاز، ۶۱۷ء میں مدینے کے دونوں عرب قبیلوں کے درمیان ایک خوں ریز جنگ ہوئی جسے جنگِ بعاث کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اِس جنگ میں بنو نضیر کے یہودیوں نے اوس کی مدد کی۔ اِس میں دونوں قبائل کے سردار مارے گئے۔ بظاہر اس میں قبیلہ اوس کو فتح ہوئی یا یوں کہیے کہ اُن کا پلڑا بھاری رہا مگر دونوں ہی قبائل جنگ سے نڈھال اور بے زار ہو گئے۔ جنگ بندی کے ایک معاہدے پر تنازعہ اگرچہ نبٹ گیا لیکن اطمینان کسی کو نہ تھا۔ دونوں قبائل کے افراد کسی ایسی لیڈر شپ کی تلاش میں تھے جو امن و امان قایم کر سکے۔

عبداللہ بن اُبَي بن سلول، جسے ابنِ سلول کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا ایک چالاک خزرجی سردار تھا، اوس کے ساتھ ایک جنگ میں، جسے جنگِ فجار (fidjar)[۱۲] کہا جاتا ہے، اِس نے پہلے روز شرکت کی اور دوسرے روز لڑائی میں شامل نہ ہوا اور پھر بعد میں اوپر مذکورہ جنگِ بعاث (۶۱۷ء) میں بھی یہ شامل نہ ہوا اور وجہ اس کی یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ اپنے خزرجی بھائیوں کو دشمن قبیلہ اوس کے طرف دار یہود کے پکڑے گئے قیدیوں کو قتل کرنے سے منع کر رہا تھا اور اس جھگڑے میں ایک ایسی نوبت آئی کہ ابنِ سلول قتل کر دیا جاتا مگر بنو قینقاع کے یہودیوں کی مدد سے اس کی جان بچ گئی۔ خود اس کا کہنا تھا کہ مجھے یہود کے ۳۰۰ مسلح سواروں اور ۴۰۰ غیر مسلح پیادوں کی اعانت حاصل تھی جو اس کی ہر دشمنِ جان سے حفاظت کر رہے تھے۔ جنگِ بعاث میں دونوں جانبین کے سرداروں کے مارے جانے کے بعد یہ ایک ایسی شخصیت کے روپ میں ابھرا جو جنگ سے نفرت اور امن سے پیار کرنے والا ہے اور اُسے اپنے قبیلے کے ساتھ یہود کی بھی بڑی حمایت حاصل تھی ۔ ابنِ سلول (عبداللہ بن اُبی) کی سخن سازیوں، چکنی چپڑی باتوں اور قائدانہ صلاحیتوں اور یہود کی پشت پناہی نے اس کو مدینے کے بسنے والے تمام (جنگ سے نڈھال اور بے زار امن کے متلاشی) عربوں اور یہود کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ اس کو اپنا بادشاہ بنالیں اس کی تاج پوشی کی تیاریاں ہونے لگیں، اس بات کو ہم اُس مرحلے تک کے لیے یہیں اَدھورا چھوڑتے ہیں، جب مدینے میں نبی ﷺ کی آمد کا قصہ بیان کرنے کا موقع آئے گا۔ تاہم مدینے کے ان حالات سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو پیدا کرنے سے قبل ہی وہ حالات پیدا کر دیے تھے کہ جب نبی کے اپنے شہر والے اُس پر زمین تنگ کریں تو اُس کے لیے کوئی جائے پناہ ہو اور آخری نبی کے لیے وہ حالات پیدا کر دیے تھے کہ ایک اسلامی اسٹیٹ بالفعل قایم کر کے دکھا سکے۔ مکہ میں دعوت کے لیے جتنی مشکلات تھیں مدینہ میں اتنی ہی آسانیاں، مدینے کی زمین آنے والے نبی کے لیے یہود کی ریشہ دوانیوں اور اوس و خزرج کے آپس کے جھگڑوں نے اس طرح تیار کر دی تھی کہ جو نہی اسلام کے سفیروں اور نقیبوں نے اللہ کا کلمہ بلند کیا لوگ ایک اللہ کو ماننے کے لیے ٹوٹ پڑے۔

☆☆☆☆☆

---

۱۲ یہ وہ جنگ نہیں جو مکہ میں نبی ﷺ کی نوجوانی میں قریش اور قیس عیلان کے درمیان حرام مہینوں میں لڑی گئی جسے جنگِ فجار کہتے ہیں